بسم اللہ الرحمن الرحیم

الناظر

نمبر ۲ و ۳ جلد ۲۲ — فروری و مارچ سنہ ۱۹۲۷

ملوکیت و جمہوریت

مضمون مندرجۂ ذیل میں اختصار کے ساتھ میں نے اپنے خیالات ظاہر کیے ہیں ورنہ اسکے ہر عنوان پر بسیط بحثیں ہو سکتی ہیں۔

اس تحریر سے مجھے کسی کی حمایت یا مخالفت مقصود نہیں، بلکہ غرض صرف یہ ہے کہ اسلامی زاویۂ نگاہ سے ان مسائل کو دکھلانے کی کوشش کروں جو اسوقت ہندوستان کے مسلمانوں میں موجب اختلاف بنے ہوئے ہیں

اسلم

اس میں کچھ شک نہیں کہ جمہوریت اُس مساوات اور اخوت کی روح کے مطابق ہے جسکا اسلام خاص طور پر مبلغ ہے۔ چنانچہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُنکے شاگردانِ خاص یعنی صحابۂ کرام نے جمہوریت ہی پر اسلامی نظامِ حکومت کی بنیاد قائم کی۔

لیکن ملوکیت بھی اسلام کے مخالف نہیں۔ کیونکہ قرآن میں ملوک کا ذکر ہے اور احسان کے موقع پر ذکر ہے۔ نیز خود اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے طالوت کو ملک قرار دیا تھا۔

PDF Creator - PDF4Free v3.0 http://www.pdf4free.com

صحابۂ کرام نے جو جمہوری نظام قائم کیا تھا وہ بھی خالص جمہوری نہیں کہا جا سکتا، بلکہ ملوکیت بھی اُس میں شامل تھی۔ کیونکہ ایک طرف اگر خلیفہ کے انتخاب میں امت کے شوریٰ کی حاجت تھی، تو دوسری طرف اُسکے اختیارات بھی بادشاہوں کی طرح غیر محدود تھے۔ اور گو اُمت کا ہر فرد اُس سے محاسبہ کرنے کا مجاز تھا، لیکن ساری امت باوجود مخالفت کے بھی اُسکے حکم پر مجبور رہتی جب تک کہ وہ معصیت نہ ہو۔

تاہم جمہوریت کے اسی تخم کی ملتِ اسلام نے اگر پرورش کی ہوتی تو یہ ایک ایسا عظیم الشان تناور درخت ہوا ہوتا جسکے سایہ میں تمام عالم امن و راحت سے بسر کرتا، مگر افسوس کہ یہ بھی بہت جلد ضائع کر دیا گیا اور خلفاء راشدین کے بعد بنی اُمیہ اور پھر بنی عباس کی استبدادی، خاندانی اور وراثتی حکومتیں خلافت کے نام سے قائم رہیں۔

زوال بغداد یعنی ۶۵۶ھ کے بعد سے تو محض خلافت کا نام قائم رکھنے کے لیے سلاطین مصر نے بقایائے بنی عباس میں سے قاہرہ میں وظیفہ خوار خلفاء رکھے جن سے ۹۲۲ھ میں فتح مصر کے بعد خلافت آلِ عثمان کو حاصل ہوئی۔ لیکن انکے یہاں بھی خاندانی اور وراثتی ہی رہی تا آنکہ آغاز ۱۹۲۴ء میں غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے اس نام کی خلافت کو مٹا کر جمہوریۂ ترکیہ قائم کر دی۔

یہاں یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ خلافت راشدہ مسلمانوں کا ایک متحدہ نظام تھا۔ بنی امیہ نے بھی باوجود اپنے استبداد کے تمام عالم اسلامی کو ایک ہی جھنڈے کے نیچے رکھا اور شیرازۂ اتحاد ٹوٹنے نہ دیا۔ لیکن عہد بنی عباس سے یہ وحدت جاتی رہی۔ اُندلس روز اول سے انکی حکومت میں نہ آیا۔ پھر جوں جوں زمانہ گذرتا گیا، رفتہ رفتہ عالمِ اسلامی کے ایک ایک حصے خود مختار ہو کر انکی ماتحتی سے نکلنے لگے۔ بعض بعض نے خلافت کے بھی دعوے کر دیے۔ چنانچہ ایک زمانہ میں عالمِ اسلامی میں تین خلافتیں قائم ہو گئی تھیں۔ خلافت اندلس بنی امیہ۔ خلافت مصر بنی فاطمہ۔ خلافت بغداد بنی عباس۔ اس تشتت اور افتراق کے جو نتائج ہونے چاہیے تھے وہ ہوے۔ یعنی اکثر اسلامی ممالک کمزور ہو گئے۔ اور اُن پر غیر مسلم قوموں نے آکر قبضہ کر لیا۔

جمہوریۂ ترکیہ اسوقت جو ممالک مسلمانوں کے ہاتھوں میں بچ رہے ہیں وہ افغانستان، ایران، ترکی اور عرب ہیں۔ جن میں سے عرب و افغانستان میں شخصی

PDF Creator - PDF4Free v3.0 http://www.pdf4free.com

ایران میں مشروطہ، اور ترکی میں جمہوری حکومت ہے۔ لیکن یہ سب شقاق و افتراق کے مظاہر ہیں، جو امت اسلامیہ کے زوال کا اصلی سبب ہیں۔ ترکی جمہوریہ، اسلامی جمہوریہ نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کی صرف ایک جماعت کی جمہوریہ ہے۔ اور جو لوگ اسلامی جمہوریت کا صحیح مفہوم سمجھتے ہیں وہ کبھی اسکو جائز نہیں رکھ سکتے کہ امت کی ہر ایک جماعت الگ الگ اپنی جمہوریت بنا لے اور اقوام مسلمہ میں سے ہر ایک اپنی انفرادی اور جداگانہ زندگی بسر کرے۔

جمہوریت خود کوئی مقصود بالذات یا متبرک اور مقدس شے نہیں ہے، اسکی خوبی اور برکت یہی ہے کہ اسکی بدولت تمام ملک کا شیرازۂ اتحاد بندھتا ہے۔ صحابہؓ نے جو جمہوریت قائم کی تھی اُسکی ترقی اور عظمت کا راز یہی تھا کہ وحدتِ امت اس میں مستتر تھی جسکو بنی اُمیہ نے بھی باوجود استبداد کے قائم رکھا۔ چنانچہ ۱۳۲ھ یعنی زوال بنی امیہ تک عالم اسلامی میں بجز ایک خلافت کے اور کوئی حکومت اور بجز ایک خلیفہ کے اور کوئی حکمراں نہ تھا۔

جمہوریتِ حجاز حجازی جمہوریہ جسکا مطالبہ مسلمانان ہند کی ایک جماعت بڑے شد و مد سے کر رہی ہے، یہ بھی ترکی جمہوریہ کی طرح ایک مقامی اور جزئی جمہوریہ ہوگی، جو اسلام کے کسی اصول پر مبنی نہیں۔

یہ ممکن ہے کہ مسلمان ایک ایک گاؤں، ایک ایک قبیلہ بلکہ ایک ایک خاندان کی جمہوریت قائم کر لیں، لیکن اسکو سوائے شقاق و افتراق ملت کے اور کچھ نہیں کہا جائیگا۔

اسلامی جمہوریہ جغرافی حدود، اور زبان یا نسل کی یگانگت سے بہت بالاتر ہے، اسکی تعمیر صرف عالم اسلامی کی وحدت ہی پر ہو سکتی ہے جیسے کہ آغاز اسلام میں ہوئی تھی۔ محض حجاز کی جمہوریت سے کوئی ملی مرکز نہیں قائم ہو سکتا۔ کیونکہ جو مسلمان غیر حکومتوں کے ماتحت ہیں وہ اسکی حکمبرداری کے قابل نہیں۔ اور جو خود اپنی مستقل سلطنتیں رکھتے ہیں مثلاً ترک و افغان وغیرہ، اسکے قوانین منضبط ہیں جن سے وہ ایک انچ ہٹنا نہیں چاہتے اور نہ کسی بیرونی حکومت کے خواہ حجازی ہی کیوں نہ ہو محکوم ہو سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں جمہوریۂ حجاز بجز اہل حجاز کے اور کسی کی نہ ہوگی۔ اور کوئی دوسرا مسلمان اُسکے احکام کا نہ مخاطب ہوگا نہ پابند۔

بے شک دینی مرکزیت کا شرف جو اسکو حاصل ہے وہ جمہوریت اور ملوکیت دونوں حالتوں میں یکساں رہے۔

PDF Creator - PDF4Free v3.0　　http://www.pdf4free.com

الحجاز للحجازیین : یہ دلفریب جملہ یا نعرہ بھی اسلام کے مطابق نہیں ہے، بلکہ خالص مغربی ہے۔ جہاں ہر ایک قوم نسلی اور جغرافی تقسیم میں منقسم ہے۔ اور صرف اپنی اپنی خیر منا رہی ہے۔ اسلام کا تو صرف ایک ہی نعرہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ "الارض للمسلمین"۔

کسی شخص کی نگاہ میں وحدتِ اسلام نہیں، اگر کم سے کم وحدتِ عرب ہی ہو تو وہ بھی جمہوریت حجاز کو تفریقِ امت ہی قرار دے گا۔ اور عرب میں پہلے ہی سے تفریق کی کمی نہیں۔ نجد میں آلِ سعود ہیں، بحرین میں آلِ خلیفہ، کویت میں آلِ صباح، عسیر میں ادریسی، صنعا میں امام یحییٰ، عراق میں فیصل۔ الغرض نصف درجن ائمہ و شیوخ میں ایک اور صدرِ حجاز کا اضافہ ہو جائے گا۔ لیکن یہ صدرِ حجاز غالباً سب سے زیادہ بے طاقت ہوگا۔ کیونکہ وہاں کا ذریعۂ آمدنی بجز تبرعات حجاج و زائرین اور کچھ نہیں۔ ایسی صورت میں یہ جمہوریہ کیا نفع دے گی جبکہ اسکی حیثیت ایک بین الاقوامی خانقاہ سے زیادہ نہ ہوگی۔ اور جسکا بے طاقت صدر ایک مجاور سے بڑھ کر نہ ہوگا۔

علاوہ بریں اس قسم کی جزئی اور مقامی جمہوریات کے لیے صرف اُسی مقام کے لوگ دعوے کے حقدار ہو سکتے ہیں، دوسروں کو شورش کرنے کا کوئی حق نہیں ہو سکتا۔ نہ وہاں کی تشکیل ہیئت حکومت میں انکی رائے کوئی اثر ڈال سکتی ہے۔

بیشک فریضۂ حج اسلام کا ایک رکن ہے جسکو ادا کرنے کے لیے اُمم اسلامیہ حجاز میں ہر سال مجتمع ہوتی ہیں۔ اس لیے ضرورت ہے کہ جو حکومت وہاں ہو وہ حج کی ادائگی میں حتی الوسع آسانیاں پیدا کرے اور کتاب و سنت کے خلاف عمل نہ ہونے دے۔

ابن سعود موجودہ ملکِ حجاز اگر تعمیل کتاب و سنت اور حجاج کے لیے آسانیاں مہیا کرنے سے انکار یا تساہل کرے، تو اقوام مسلمہ کو حق حاصل ہے کہ اُسکے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں۔ لیکن وہ نہ تو تعمیلِ کتاب و سنت سے انکاری ہے نہ حجاج سے بے پروا۔ بلکہ اسکے عہد میں جو دو سال سے زیادہ کا نہیں ہے، وہ آسانیاں حاجیوں کے لیے پیدا ہو گئی ہیں جو اس سرزمین میں کبھی نہ تھیں۔

یہ بہت ممکن ہے کہ اُسکے خلاف کچھ شکایات بعض لوگوں کو ہوں، اور کس کے خلاف شکایات نہیں ہوتیں؟ اسلام کا بہترین زمانہ بعد رسالت کے خلافت راشدہ کا ہے جسکے چار خلفاء میں دو محض جماعتوں کی شکایت اور مخالفت کی وجہ سے مقتول ہوئے۔

PDF Creator - PDF4Free v3.0　　http://www.pdf4free.com

حضرت عثمان کے خلاف جو شکایات تھیں جن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ انھوں نے حج میں جمع بین الصلوٰتین نہیں کی انکی بنیاد پر ایک جماعت نے مدینہ پہونچکر اُنکے گھر کو آگ لگا دی اور جس حالت میں کہ وہ قرآن کی تلاوت کر رہے تھے اُنکو قتل کر دیا - اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی ایک جماعت کو شکایت پیدا ہوگئی تھی - چنانچہ جب ابن ملجم نے اُنکے سر پر تلوار ماری تو اُس جماعت نے اِسکو ایک بڑا کار خیر سمجھا اور ایک شاعر نے اُسکی مدح میں لکھا

یا ضربۃ من تقی ما اراد بہا　　الا لیبلغ من ذی العرش رضوانا

یعنی اس متقی نے یہ وار صرف اس لیے کیا ہے کہ اپنے رب کو راضی کرے - لیکن کیا ان شکایات کے پیدا ہو جانے سے ان مقدس خلفاء کا قتل جائز تھا؟ اسی طرح اگر سلطان نجد سے کوئی شکایت ہے تو اصلاح کے راستہ سے اسکی اصلاح کرائی جا سکتی ہے نہ کہ حجاز سے اُسکے اخراج یا وہاں قیام جمہوریہ کی کوشش کی جائے - جس میں کامیابی بھی محال ہے - کیونکہ سلطان ابن سعود جیسے اقتدار پسند اور سلطنت کے خواہشمند شخص کے پنجے سے حجاز کو بلا جنگی طاقت کے نکالنا ممکن نہیں اس لیے کہ وہ اپنی ملوکیت حجاز کو جائز سمجھتا ہے - کیونکہ خود امراء و روسائے حجاز نے متفقہ طور پر جمادی الثانی ۱۳۴۴ھ میں اُسکو ملک الحجاز تسلیم کیا ہے -

موتمر مکہ سال گذشتہ مکہ مکرمہ میں ابن سعود نے غالباً اپنے داخلۂ حجاز کی خوشی یا مسلمانوں کی دلجوئی کیلیئے ایک موتمر قائم کی اور ممالک اسلامیہ میں جا بجا دعوت نامے بھیجکر مسلمانوں کے نمایندے طلب کیئے - جن کی خاطر مدارات میں تقریباً ۲۰ - ۲۵ ہزار اشرفیاں بھی صرف کیں -

یہ موتمر تاریخ اسلام میں ایک جدید امر تھا جسکو اگر دینی نہیں تو کم سے کم سیاسی بدعت ضرور کہا جا سکتا ہے کیونکہ حج خود اسلامی موتمر ہے - اس موتمر عظیم میں یہ انتخابی ارکان کا موتمر ایسا ہی ہے جیسے سورج کو چراغ دکھانا -

حج بیت اللہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی بنیاد اجتماعیات پر ہے - ہر محلہ کے باشندوں کا اجتماع اُس محلہ کی مسجد میں وہ بھی پانچوں وقت - پھر سارے شہر کا اجتماع جمعہ کو پھر شہر اور توابع کا اجتماع عیدین میں - اور تمام عالم اسلامی کا اجتماع حج میں -

حج کا مقصد یہ ہے کہ وہاں دین اسلام کی اصلی بنیاد اور ملت ابراہیمی کی حنیفی توحید کا نقش حجاج کے قلوب پر راسخ ہو جائے - اعلائے کلمۃ الحق ہو - اسکے علاوہ دنیاوی منافع بھی

PDF Creator - PDF4Free v3.0　　http://www.pdf4free.com

حاصل کیے جائیں۔ مسلمان ایک دوسرے سے مل کر اُنکے حالات سے باخبر ہوں اور باہمی تناصر اور تعاون علی الخیر کے ذرائع سوچیں۔

اس لیے مسلمانانِ عالم کا اصلی اور قدیمی موتمر حج ہے۔ اور یہ اجتماع نہ صرف دینی و مذہبی، بلکہ مُلکی و ملی بھی ہے۔ ہر مسلمان جو اس فریضہ کی ادائگی کے لیے اس مقدس سرزمین میں پہونچتا ہے وہ اپنے ملک، اپنے شہر، اپنے محلّہ اور اپنے خاندان کا نمایندہ ہے۔ اسکے لیے کسی سلطان کی دعوت یا کسی جماعت کے انتخاب کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ اس کا دعوت نامہ وہ ہے جو کعبہ کے رب نے بانیِ کعبہ حضرت ابراہیمؑ سے فرمادیا تھا وَاَذِّن فی الناس بالحج الآیۃ
مومنین احرام باندھے ہوے، امیر و غریب ایک لباس میں اللہ کا نام پکارتے ہوے، خالص اُسی کا خوف اور اُسی کی امید دل میں لیے ہوے مکہ میں پہونچیں۔ قلوب ہر قسم کی کثافتوں اور خودغرضیوں سے پاک ہوجائیں۔ ہر ہر ملک کے اعیان آپس میں ملیں۔ امت کے حالات پر غائر نظر ڈالیں اور کم سے کم سال بھر کا لائحۂ عمل مرتب کریں۔ جو صدر منتخب ہو وہ میدانِ عرفات میں خطبہ دے اور عملی پروگرام امت کے سامنے رکھ دے۔ پھر منا میں پہونچکر قربانیاں ہوں، دعوتیں کھائی اور کھلائی جائیں۔ رمی جمرات، اور ذکراللہ کے ساتھ ساتھ وہاں مجالس بھی ہوں جن میں ہر حاجی پر عالم اسلامی کی کیفیت آشکارا کی جائے تاکہ جب وہ اپنے وطن کو واپس جائے تو اس سال امت کے لیے جو کام کرنا چاہیے اُسکا پیغام اپنے خاندان، محلہ، اور اہل شہر کو پہونچا سکے۔

اس آفتاب (حج) کے ہوتے ہوے اس شمع (موتمر) کی جو سال گذشتہ ہوا ضرورت نہ تھی لیکن لوگوں کی نگاہ میں وہی اُسوقت پسندیدہ معلوم ہوا۔ کیونکہ حج کی اصلی غرض و غایت مدت سے مفقود ہوچکی ہے، اور صدیوں سے مسلمان صرف فقہی اور انفرادی حج پر قانع چلے آتے ہیں۔

اس جدید موتمر کا سلطان کو جیسا تلخ تجربہ ہوا اُس سے اب غالب بلکہ اغلب یہ ہے کہ وہ اسکے اجلاس کی جرأت نہ کریں گے، نہ امسال، نہ کبھی آیندہ۔ کیونکہ بجاے تعاون و تناصر کے اس سے باہمی مخالفت پیدا ہوگئی۔ اس لیے بعض مسلمانانِ ہند نے لکھنؤ میں موتمر کی جو شاخ ہند قائم کی ہے وہ بے اصل ہے یعنی اُسکی جڑ نہیں۔

لکھنؤ کے اس اجلاس میں حکومتِ حجاز کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ مختلف العقائد اسلامی فرقوں کا بھی لحاظ رکھے۔ میرے خیال میں یہ تجویز محدود ہوتی چاہیے تھی، کہ" جہاں تک کتاب وسنت

PDF Creator - PDF4Free v3.0　　http://www.pdf4free.com

اجازت دے" کیونکہ ایک طرف تو اُس سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ کتاب وسنت کے خلاف نہ کرے، اور دوسری طرف خواہش کی جاتی ہے کہ فرقہ ہائے اسلامی سے رواداری بھی برتی جائے۔ حالانکہ بہت سے فرقے بدعات اور مشرکانہ رسوم میں مبتلا ہیں۔ اگر اس مقدس مقام میں بھی بدعات اور ضلالات کے ساتھ رواداری کا برتاؤ رہا تو اور کہاں سے اصلاح کی امید رکھی جائے گی؟ میرے خیال میں تو اُس مرکزِ دین میں قرآن وسنت کے خلاف کوئی کام کرنے کی اجازت نہ ہونی چاہیے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں سختی ہونی چاہیے۔

آخر میں میری التماس یہ ہے کہ ہندوستانیوں کو آزاد اسلامی ممالک خاصکر جزیرۂ عرب کے معاملات میں جہاں مخالفین کے ایسے وسائیں مصروفِ عمل ہیں جنکا صحیح اندازہ ہم نہیں کرسکتے، نہایت احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ اور جذبات یا عصبیت کو مطلق دخل نہ دینا چاہیے، ورنہ عالمِ اسلامی کو بجائے فائدہ کے نقصان پہونچ جانے کا خطرہ ہے۔ فقط

اسلم جیراجپوری

قرول باغ۔ دہلی

مضمون کے وصول ہونے کے بعد شریف شرف عدنان صدر موتمر نے شعیب قریشی صاحب معتمد شاخ ہند کے اُس تار کی بنا پر جس میں ہندوستان میں موتمر کی شاخ قائم کیے جانے اور اس سال کے موتمر کے لیے اُسکی جانب سے نمایندے منتخب ہونے کی اطلاع دی گئی اور انعقاد موتمر کا وقت دریافت کیا گیا تھا۔ مولانا سید سلیمان ندوی گذشتہ موتمر کے نائب صدر کو جو تار دریافت حالات کی غرض سے بھیجا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہوا کا رُخ کدھر ہے۔ حج کا زمانہ بالکل قریب ہے، مگر اب تک آزاد اسلامی حکومتوں تک نے نہ تو مجلس انتظامی کے ارکین کا تقرر کیا، نہ مقررہ سالانہ چندہ رکنیت بھیجا، اور نہ ہندوستان کے سوا کہیں سے موتمر کی شاخ قائم ہونے یا نمایندے منتخب کیے جانے کی اطلاع شائع ہوئی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف سلطان ابن سعود ہی نہیں بلکہ دنیائے اسلام کے دوسرے اعضا بھی، گذشتہ سال کے تلخ تجربہ کی بنا پر اس موتمر سے کچھ اچھی توقعات نہیں رکھتے۔

موتمر کی غرض وغایت مسلمانوں کے داخلی فوز وفلاح، یا اغیار خصوصاً یورپ کے دول استعمار کی ہوا و حرص سے اسلامی ممالک کے تحفظ کے لیے باہمی مشاورت اور مختلف ممالک کے مسلمانوں کے درمیان رابطۂ اخوت ومحبت یا مشترک مقاصد کے لیے اتحاد عمل کی صورتیں پیدا کرنا ہونا چاہیے تھی، مگر بدبختی دیکھیے کہ جو مجلس اتحاد واتفاق کے لیے قائم کی گئی تھی ہم نے اسی کو آلۂ تفریق ونفاق بنانا چاہا۔ حالی نے اسی موقع کے لیے شاید کہا تھا:

دھوشوق سے کپڑے کو یہ اتنا نہ رگڑ
دھبا رہے کپڑے پہ۔ یہ کپڑا باقی

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق دیں کہ وہ آپس میں لڑ لڑ کر کمزور ہونے کے بجائے باہمی اتحاد کی صورتیں پیدا کریں اور چالاک دشمنوں کے ہاتھوں تباہ ہونے سے بچیں۔

ایڈیٹر

PDF Creator - PDF4Free v3.0 http://www.pdf4free.com